تیسری چوتھی صدی ہجری میں مرکزِ اسلام بغداد میں کتابیاتی سرگرمیاں

از جناب مولانا محمد عبدالحلیم چشتی، نائیجیریا

عہد عباسی میں علوم کی کثرت و تنوع سے اہل علم کتابیات کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ ذخائرِ علوم سے آگاہی ہو، اہل علم کو اصل ماخذوں تک رسائی ہو اور حصولِ مواد میں کسی قسم کی دقت نہ ہو، عہد عباسی میں اس اہم کام کو خوش اسلوبی سے انجام دینے کے لیے علماء اور مصنفین نے خود نوشت کتابیات کا سلسلہ شروع کیا، وراقوں نے مختلف کتب خانوں کے ذخائر سے فائدہ اٹھا کر اپنے مشاہدات و تجربات کی روشنی میں منتخب کتابیات تیار کیں، یہ سلسلہ اتنا پھیلا کہ کتابیات کو مختلف ناموں، فہرس، فہرست، ثبت، تذکرہ، برنامج، مشیخہ و معجم سے یاد کیا جانے لگا۔

عہد عباسی کے اندر تیسری چوتھی صدی ہجری میں ہر موضوع پر ہر موضوعی کتابیات کی ترتیب و تدوین شروع ہو چکی تھی، چنانچہ یعقوب بن اسحاق کندی المتوفی سنہ ۲۶۰ھ / ۸۷۳ء کی موضوعی کتابیات[1] سترہ موضوعات اور دو سو چھتیس کتابوں پر مشتمل تھی، ان موضوعات پر کتابوں کی تفصیل درج ذیل ہے: (۱) فلسفیات ۲۲، الکتب رسائل، (۲) منطقیات ۹، (۳) حسابیات ۱۱، (۴) کرویات ۸، (۵) موسیقیات ۷، (۶) نجومیات ۱۵، (۷) ہندسیات ۲۳، (۸) فلکیات ۱۹، (۹) طبیات ۲۰، (۱۰) احکامیات ۱۰، (۱۱) جدلیات ۱۴، (۱۲) نفسیات ۵، (۱۳) سیاسیات ۱۲، (۱۴) احداثیات ۱۴، (۱۵) ابعادیات ۸، (۱۶) تقدمیات ۵، (۱۷) انواعیات ۳۳۔

<u>موضوعی کتابیات</u> | موضوعی کتابیات ارباب فن اور نامور اہل علم سے تیار کرائی جاتی تھیں چنانچہ حنین بن اسحاق (۱۹۴ھ - ۲۶۴ھ) نے علی بن یحییٰ کے لیے جالینوس کی کتابیات (فہرست جالینوس)

[1] ملاحظہ ہو کتاب الفہرست لابن ندیم۔ المطبعۃ الرحمانیۃ، مصر ۱۳۴۸ھ، ص ۳۵۸ - ۳۶۵۔

مرتب کی تھی۔ اس کے مطالعہ کی روشنی میں ابن ندیم نے یہ کہا ہے کہ حنین کے بیشتر ترجمے سریانی میں تھے[1] اور یہ اس کی خوش قسمتی ہے کہ حبیش اعسم اور عیسیٰ بن یحییٰ نے جن کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا ہے وہ بھی حنین سے منسوب کی گئی ہیں[2]۔ ابوبکر محمد رازی المتوفی سنہ ۳۲۱ھ/۹۲۳ء نے اس کتابیات پر استدراک "کتاب فی استدراک ما بقی من کتب جالینوس مما لم یذکرہ حنین ولا جالینوس فی فہرستہ" کے نام سے لکھا تھا[2]۔ رازی نے پہلی مرتبہ کتابیاتی دنیا میں تحقیق کا دائرہ یہاں تک بڑھایا کہ خود جالینوس سے جن کتابوں کا تذکرہ رہ گیا تھا اس کا کھوج لگایا اور علمی دنیا کو واقفیت کے لیے پیش کیا،

یحییٰ بن عدی المتوفی سنہ ۳۶۴ھ/۹۷۵ء نے ارسطو (۳۸۴ سنہ۔ ۳۲۲ سنہ ق م) کی تصانیف اور ان کی شروح پر مشتمل "فہرست کتب ارسطاطالیس" مرتب کی تھی۔ ابن ندیم نے یہ فہرست یحییٰ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی دیکھی تھی[3] لیکن خود اس نے یحییٰ کی تصانیف میں اس کتابیات کا ذکر نہیں کیا ہے[4] اور نہ القفطی وغیرہ نے اس کی طرف کوئی اشارہ کیا ہے[5]۔ یہ اس امر کی نہایت واضح دلیل ہے کہ اس قسم کی کتابیات اس دور میں تیار کی جاتی تھیں لیکن ہر مقام پر ان کے بیان کرنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا تھا۔

فہرست اسماء الخطباء والبلغاء۔ یہ ابو علی ابن مقلہ خطاط المتوفی سنہ ۳۲۸ھ نے طبقات پر مرتب کی تھی۔ ابن ندیم نے اس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ فہرست دیکھی تھی، اس نے اسی ترتیب والفاظ کے ساتھ اسے کتاب الفہرست میں نقل کیا ہے[6]۔ مورخ ہشام کلبی المتوفی سنہ ۲۰۴ھ اور مدائنی المتوفی سنہ ۲۲۵ھ کی تصانیف کی موضوعی فہرست بخط ابوالحسن بن الکوفی المتوفی سنہ ۳۴۸ھ/۹۶۰ء کو اسی ترتیب و عنوانات کے ساتھ من وعن الفہرست میں نقل کیا ہے[7]۔

---

[1] کتاب الفہرست لابن الندیم المطبعۃ الرحمانیہ، مصر سنہ ۱۳۴۸ھ، ص ۴۰۳ [2] ایضاً، ص ۴۱۷۔
[3] ایضاً ص ۲۵۱۔۲۵۲ [4] ایضاً ص ۳۶۹ [5] تاریخ الحکماء للقفطی طبع لیپزگ سنہ ۱۹۰۳ء ص ۳۶۱ [6] کتاب الفہرست لابن الندیم ص ۱۰۲ [7] ایضاً ص ۱۴۰۔۱۴۳ و ۱۴۷۔۱۵۲۔

تیسری صدی ہجری کے اوائل میں مصنفین کی موضوعی اور دوسری قسم کی کتابیات تیار کیے جانے کا رواج ہو گیا تھا، چنانچہ جابر بن حیان المتوفی سنہ ۱۶۱ھ کے نامور شاگرد خرقی کی تصانیف کی دو فہرستیں تھیں، ایک فہرست کبیر کیمیا اور دوسرے موضوعات پر تھی، اور دوسری فہرست صغیر تھی، جو صرف علم کیمیا کی کتابوں پر محیط تھی۔[1]

ابن ندیم بحیثیت فہرست نگار و کتاب شناس اور کتاب الفہرست کی خصوصیات

تیسری صدی ہجری میں ہر موضوع پر کتابوں کی کثرت کی وجہ سے اہل علم موضوعی کتابیات کی ترتیب کی طرف مائل ہوئے، پھر چوتھی صدی ہجری میں ابو الفرج محمد بن اسحاق الوراق الندیم نے فہرس الفہارس (کتابیات کی کتابیات) ترتیب دی، اس دور میں فہرس الفہارس کی اصطلاح ایجاد نہیں ہوئی تھی اس لیے ابن ندیم نے اس وسیع مفہوم کو حسب ذیل الفاظ میں ادا کرنے کی کوشش کی ہے:

"یہ عرب و عجم کی ان تمام (منتخب) کتابوں کی فہرست ہے جو عربی زبان میں لکھی گئی تھیں یا مختلف علوم و فنون سے عربی میں منتقل کی گئی تھیں۔"[2]

ظاہر ہے ان کا احاطہ کتابیات کے بغیر کیسے ممکن تھا، غالباً اسی جامعیت کی وجہ سے ابن ندیم نے اس کتاب کا نام سیبویہ کی الکتاب کی طرح "الفہرست" رکھا، جو اس امر کا غماز ہے کہ یہ کتاب الفہرست علم کتابیات کی جملہ مروجہ معلومات و مدونہ کتابیات کو حاوی ہے، یہ بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہیے کہ محمد ابن اسحاق الندیم نے اگرچہ ہذا فہرست کتاب جمیع الامم من العرب والعجم الموجود منہا بلغۃ العرب کے الفاظ لکھے ہیں، لیکن کتاب کے مطالعہ و استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ "جمیع" کا لفظ کثرت کتب کے اعتبار سے لایا گیا ہے، اس سے مراد مصنفین وغیرہ کی مشہور و متداول کتابوں کا تذکرہ ہے، جیسا کہ ابن ندیم نے فقیہ زعفرانی المتوفی سنہ ۲۶۰ھ کے تذکرہ میں کہا ہے کہ "ہمیں زعفرانی کی روایت کردہ

---

[1] ملاحظہ ہو الفہرست لابن الندیم ص ۵۰۰۔ [2] ایضاً ص ۲۹۷۔

کتابوں کو نام بنام ذکر کرنے کی حاجت نہیں اس لیے کہ وہ زیادہ تر فنا ہو چکی ہیں اور تصنیف کے
بعد وہ نقل بھی نہیں کی گئی ہیں[1] بعض کے متعلق کثیر التصانیف ہونے کی تصریح کر کے ان کی چند
تصانیف کو بیان کرنا[2] یا کسی مصنف کے بارے میں اس کا ومن کتبہ[3] اور ولہ من الکتب
الخ اس کی کتابوں میں سے یہ کتب ہیں[4]، کے الفاظ لکھنا پھر فہارس کو موضوعی کتابیات مصنفین کو
ہر مقام پر من وعن نقل نہ کرنا، بلکہ بعض مقام پر انہی کتابوں کو درج کرنا جن کو خود دیکھا یا معتبر لوگوں
سے سنا ہے، یہ وہ قرائن ہیں جو تصانیف کے دائرہ کو منتخب و متداول کتابوں تک محدود رکھنے
کی دلیل ہیں، اس نے چونکہ اپنے زمانہ میں پائی جانے والی کتابوں کا بھی اندراج کیا ہے، اس لیے
یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ گذشتہ عہد کی کتابیات ہی نہ تھی بلکہ یہ رواں کتابیات بھی تھی۔

الفہرست میں کتابوں کے ناموں کے اندراج میں کتاب کے معروف و غیر معروف دونوں
نام نقل کرنے کا اہتمام کیا گیا، تاکہ کتابیات سے فائدہ اٹھانے والے کو اشتباہ نہ ہو، مثلاً ابو عبد اللہ
محمد ضبی کی کتاب "الزکوٰۃ" کے متعلق کہا ہے کہ یہ کتاب السنن[5] یا وکیع کی کتاب الطریق فواحی
کے نام سے بھی مشہور ہے[6]

مشتبہ مقام پر ماں باپ کے نام کی نسبت کو بھی ظاہر کیا گیا ہے، مثلاً محمد بن حبیب کے متعلق
کہا ہے کہ حبیب ماں کا نام ہے[7] اور اسماعیل بن علیہ کی نسبت کہا ہے کہ علیہ ماں کا نام ہے[8]
کہیں لقب کے معنی اور وجہ لقب کی طرف بھی اشارہ کیا ہے، مثلاً قطرب کے معنی حرکت کنان کیڑا
ہے چونکہ قرار نہیں تھا، یہ سیبویہ کے پاس سویرے ہی آجاتا تھا اس لیے اس نے اس کا نام ہی قطرب
رکھا تھا[9]

---

[1] الفہرست لابن الندیم ص ۲۹۷، [2] ایضاً ص ۳۰۹ [3] ایضاً ص ۲۰۵ [4] ایضاً ص ۱۰۷، ۲۰۶،
۳۳۰، ۳۶۰، ۵۰۷ [5] ایضاً ص ۳۱۶ [6] ایضاً ص ۱۳۶ [7] ایضاً ص ۵۵ [8] ایضاً ص ۸ [9] ایضاً ص

مصنفین کے علمی مقام کو واضح کرنے اور ان کی تصنیفات کی اہمیت کو بیان کرنے کے لیے ماہرین فن کا قول پیش کیا ہے، مثلاً اصمعی کے بارہ میں کہا ہے کہ ابو العباس مبرد کا قول ہے کہ اصمعی شعر و معانی میں سب سے برتر ہے، یہی حال ابو عبیدہ کا ہے، لیکن وہ علم نسب میں اصمعی سے بلند تر تھا اور اصمعی علم نحو کا اس سے بڑا عالم تھا۔[1] اس نوع کے تبصرے متعدد مقامات پر کیے ہیں۔[2] الفہرست کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی ہجری میں تشریحی کتابیات کا آغاز ہو چکا تھا، چنانچہ ابن ندیم نے الفہرست میں کتاب کے طرز و انداز کو بھی بتایا ہے، مثلاً ابن قتیبہ کی کتاب ادب الکاتب کے متعلق لکھا ہے کہ یہ معارف ابن قتیبہ کی طرح ہے۔[3]

مصنفین کے طرز تصنیف کی طرف بھی اشارہ کیا ہے مثلاً کہا کہ فلاں مصنف کو تصنیف کا اچھا سلیقہ تھا۔[4] فلاں مصنف فلاں کے انداز پر کتاب لکھتا ہے۔[5] یا فلاں فلاں میں یہ فرق ہے اور ان میں فلاں زیادہ ماہر ہے۔ مثلاً فزار اپنی تصانیف میں فلاسفہ کے الفاظ استعمال کرتا ہے۔[6] ابو زید بلخی کی فلسفیانہ تصانیف فلاسفہ کی بہ نسبت اہل ادب سے زیادہ قریب ہیں، اس لیے ان کا ذکر بھی ادبا کے زمرے میں کیا گیا ہے۔[7] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد عباسی میں فہرست ساز اسالیب تصانیف پر بھی گہری نظر رکھتا تھا۔ الفہرست اس دور کی تصانیف کے اسلوب پر بھی روشنی ڈالتی ہے، کوئی کتاب اگر کسی مصنف سے منسوب ہوتی ہے تو اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔[8] کسی مصنف نے بہت سے موضوعات پر کتابیں لکھی ہیں تو اس کا ذکر کیا ہے اور اس کی کتابوں کی

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب الفہرست لابن الندیم ص ۸۲، ۱۳۶، ۱۴۰ [2] ایضاً ص ۷، ۸، ۲۱۷، ۱۳۶۔ [3] ایضاً ص ۹۲۔ ۱۹۶ [4] ایضاً ص ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۲۰، ۲۲۱ [5] ایضاً ص ۴، ۱۶۴، ۲۲۳، ۲۲۴ [6] ایضاً ص ۲۱۰ [7] ایضاً ص ۹۹، ۱۶۳ [8] ایضاً ص ۱۹۸۔

[9] ایضاً ص ۲۱۴ (تذکرۂ کسروی)

[illegible] ماخذ کے نقطۂ نظر سے بتایا ہے[1]

وہ مصنفین جن کی تصانیف کی طرف اہل علم کی توجہ حسن ضبط کی[2] یا حسن خط کی وجہ سے رہی ہے[3] ان کی طرف اشارہ کیا ہے، اور اگر کسی خاص شہر میں ان کو قبول عام حاصل رہا ہے اس کو بھی بتایا ہے[4]۔ مختلف مرتب دواوین کے اشعار کی تعداد کو بھی بیان کیا ہے[5]۔ کسی مشہور عالم کی کوئی کتاب نظر سے نہیں گذری، صرف مسودات ہی مطالعے سے گذرے ہیں تو اس کی طرف بھی اشارہ کیا، گویا علمی و تحقیقی ورثے کو نظر انداز نہیں کیا ہے، چنانچہ بلخی فلسفی کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے مسودات اہل علم کے پاس بہت دیکھے ہیں، لیکن کوئی پوری کتاب نہیں دیکھی، یہ کہا جاتا ہے کہ خراسان میں اس کی تصانیف موجود ہیں[6]۔ رازی نے اس کی تصانیف کو اپنی تصانیف قرار دیا ہے[7]، مشترک مصنفین کی نشاندہی بھی کی ہے[8]۔

ابن ندیم نے جگہ جگہ کتابوں کے اوراق کی تعداد بتائی ہے، ایک مقام پر تصریح کی ہے کہ بغیر کسی نسبت کے ورق کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے ورق سلیمانی مراد ہے جو بیس (۲۰) سطری ہوتا ہے، ہر شاعر کے کلام کی تعداد کو اسی ورق میں بیان کیا ہے، تاکہ ان کے کلام میں کمی بیشی کی نشاندہی ہو سکے، جو شخص ان کی کتابیں اور شعر جمع کرنے کا خواہاں ہے وہ علی وجہ البصیرت اس سے آگاہ رہے، ہمارا یہ اندازہ تقریبی ہے، تحقیقی نہیں[9]۔ اس کی روشنی میں یہ کہنا بجا ہے کہ عہد عباسی میں کتابیات کے Collation کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب الفہرست کی تدوین کی غایت اہل علم میں کتابوں سے متعلق

۱۔ ملاحظہ ہو کتاب الفہرست ص ۲۱۴ (تذکرہ مروزی)۔ ۱۹۰ (المرزبانی) ۲۔ ایضاً ص ۱۲۰۔
۳۔ ایضاً ص ۱۱۶۔ ۱۱۸ ۴۔ ایضاً ص ۱۱۵۔ ۱۲۴۔ ۲۶۵ ۵۔ ایضاً ص ۲۳۵۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔
۶۔ ایضاً ص ۴۱۹ ۷۔ ایضاً ۸۔ ایضاً ص ۳۰۵ (تذکرہ بنو الصباح) ۹۔ ایضاً ص ۳۲۶۔

مفید معلومات فراہم کرنا، ذخائر کتب میں اضافہ و انتخاب میں مدد و آسانی پیدا کرنا تھا، ان ہی مقاصد کے پیش نظر ایک صنف کے نامور مصنفین کو تقدم و تاخر زمانی و مکانی اور ترتیب حروف تہجی کا لحاظ کیے بغیر ہر مقام پر ایک ہی جگہ بیان کیا ہے، پوری کتاب میں اس کا یہی انداز ہے[1] ابن ندیم کے بعد بھی فہرست نگاروں نے مذکورۂ بالا اصول کو اپنایا ہے، جیسا کہ ابن خیر کی فہرست ما رواہ عن شیوخہ سے ظاہر ہے۔

ابن ندیم نے کسی اہم کتاب کا نسخہ کسی کے پاس دیکھا ہے تو اس کی تفصیل پیش کی ہے، مثلاً کتاب القبائل والایام محمد بن حبیب اخباری المتوفی ۲۴۵ھ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ کتاب موصوف نے فتح بن خاقان کے لیے تصنیف کی تھی، اس کا اصل نسخہ ابو القاسم بن ابی الخطاب بن فرات کے پاس دیکھا، یہ طلحی کاغذ پر تیس ۳۰ سے کم اجزاء پر مشتمل تھا، اس نسخہ کی ظاہری ہیئت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ اصل مقدار سے کم ہے، اس کا ہر جزء دو سو ۲۰۰ یا اس سے زیادہ اوراق پر مشتمل تھا، اس نسخہ کی فہرست طلحی کاغذ کے پندرہ ۱۵ اوراق پر خط جرک میں تستری بن علی وراق کی لکھی ہوئی ہے، اور یہ فہرست قبائل اور ان کی سرگذشت ایام پر محیط ہے،[2] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مضامین کتاب سے اہل علم کو روشناس کرانے اور تعیین موضوع میں فہرست سازوں اور درجہ بندی کرنے والوں کی رہنمائی کے لیے تیسری صدی ہجری کے نصف اول ہی میں فہرست کتاب کے شروع میں لگانے کی ابتداء ہو چکی تھی اور اس اہم کام کے آغاز کا سہرا محمد بن حبیب بغدادی کے سر ہے۔[3]

---

[1] ملاحظہ ہو کتاب الفہرست ص ۶۵، ۲۰۹، ۲۱۰ [2] ایضاً ص ۱۵۵، ۱۵۶ [3] معجم الادباء یاقوت طبع دوم مطبعہ ہندیہ مصر ۱۹۲۵ء ج ۶ ص ۴۷۶ و کتاب المحبر از محمد بن حبیب مطبعۃ دائرۃ المعارف العثمانیہ ۱۳۶۱ھ ص ۵۱۰، ۵۱۱ (کلمۃ الختام للکتاب لمحمد حمید اللہ) ص ۵۱۰، ۵۱۱

فہرست مضامین کتاب کے لیے لفظ ثبت کا استعمال

ابن ندیم نے فہرست مضامین کتاب کے لیے "ثبت" کا لفظ بھی استعمال کیا ہے، چنانچہ نضر بن شمیل المتوفی سنہ ۲۰۳ھ کی کتاب الصفات کے متعلق لکھا ہے کہ "بڑی کتاب ہے، ابو عبید نے غریب المصنف میں اس سے استفادہ کیا ہے۔ میں نے اس کا ثبت ابو الحسن بن کوفی کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے، جو من وعن نقل کرتا ہوں، پھر ہر جلد کے مضامین کی فہرست پیش کی ہے"[1]

مصطلحات فن کتابیات کا استعمال

ابن ندیم نے مصطلحات فن کو استعمال کیا، مثلاً زائدہ بن قدامۃ الشہید المتوفی سنہ ۱۶۱ھ کی کتاب السنن کے لیے لکھا ہے کہ یہ انہی ابواب پر مشتمل ہے جن پر کتاب السنن مشتمل ہوتی ہے جیسے کتاب الطہارۃ، صیام وصلوٰۃ وغیرہ[2]

الف بائی ترتیب کی وضاحت کے لیے مثلاً دو لفظ عملہ علی حروف المعجم اور علی الحروف کی اصطلاح استعمال کی ہے[3]، اس کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ مسلم مرتبین کتابیات نے تشریحی اندراجات میں ایسی معلومات پیش کیں جو اہل علم کی ترغیب کا باعث ہوئیں، یہی وجہ ہے کہ صرف موضوع ہی نہیں خود کتاب سے آگاہی بھی اس دور میں اہل علم کو مطالعۂ کتاب پر آمادہ کرنے کے لیے کافی تھی، اس سے یہ حقیقت بھی روشن ہو جاتی ہے کہ ابن ندیم نے کتابیاتی اندراجات میں موجودہ کتابوں کے نادر نسخوں سے بھی اعتنا نہیں کیا، بلکہ قدیم نادر و نایاب کتب کی توجہ اہل علم کی طرف منعطف کرانے کے لیے تشریحی کتابیات پیش کرنے میں کوتاہی نہیں کی ہے۔

ابن ندیم نے کتابوں سے متعلق معلومات فراہم کرنے میں ان ماخذوں کی نشاندہی بھی کی ہے، چنانچہ جن کتابوں کو بچشم خود دیکھا ہے ان کے کاتبوں کے نام کی تصریح کی ہے[4] اور جن علماء سے

---

[1] کتاب الفہرست ص ۷۷، [2] ایضاً ص ۳۱۶ [3] ایضاً ص ۲۰۰، ۲۱۳، ۲۳۵۔

[4] ایضاً ص ۱۱۷، ۲۲۳

معلومات حاصل کی ہیں ان کا بھی حوالہ دیا ہے[۱]۔ کبھی دو فنون کی کتابوں کو ایک مقام پر دو عنوان سے پیش کیا ہے[۲]۔ بعض موضوع پر ایسی مشہور کتابوں کو جن کے مصنفین کا علم نہیں ہے ان کو بھی فہرست میں جگہ دی ہے[۳]۔ اپنے معاصر مصنفین کا ذکر مشہور و ہمعصر ہونے کی وجہ سے نہایت مختصر کیا ہے[۴]۔

بعض قرائن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن ندیم نے بعض مقامات پر کتابیں بروقت دستیاب نہ ہونے یا ان کے مولفین کے متعلق معلومات فراہم نہ ہونے کی وجہ سے بیاض چھوڑ دی تاکہ معلومات حاصل ہو جانے کی صورت میں ان کا اضافہ کیا جا سکے، اس نوع کے اضافہ کا اختیار ناظرین کو بھی دیا ہے[۵]۔

مندرجۂ بالا امور کی روشنی میں یہ کہنا بجا ہے کہ کتابیات کی تاریخ کے اندر کتب خانے کے نقطۂ نگاہ سے تبصرے، تنقید و جائزے اور تعارف کتب کی طرح سب سے پہلے ابن ندیم نے ڈالی، نیز عہد عباسی میں کتاب کی ظاہری و باطنی ہیئت کو نمایاں کرنے کی سعی بلیغ کی، اگرچہ بعض علمی دشواریوں کی وجہ سے ہر جگہ ان امور کا التزام نہیں کیا جا سکا ہے، تاہم جہاں بسہولت ممکن ہو سکا مذکورۂ بالا امور کی روشنی میں کتاب کے ہر دو رخ کی تصویر کشی کی گئی ہے، آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی مخطوطات کی ظاہری و باطنی ہیئت کو نمایاں کرنے کے لیے مذکورۂ بالا امور کو پیش نظر رکھا جاتا ہے جو ابن ندیم کے وضع کردہ رہنما اصول کی افادیت و اہمیت اور مقبولیت کا نہایت بین ثبوت ہے۔

ابن ندیم پہلا ماہر کتابیات ہے جس نے چوتھی صدی ہجری میں کتابیاتی اندراج میں تنوع و وسعت پیدا کی اور کتابیاتی مواد کے قوام میں ایسے بنیادی اجزاء کو شامل کیا جن کے اندراج کے بعد کتاب کا پورا تعارف و تشخص ہو جاتا اور کتاب کے طلبگار کو کتاب کی ظاہری و باطنی ہیئت کو سمجھنے میں

۱؎ ملاحظہ ہو کتاب الفہرست ص ۴۳۲ ۲؎ ایضاً ص ۱۲۹ ۳؎ ایضاً ص ۴۳۵ ۴؎ ایضاً ص ۲۰۰۔

۵؎ ایضاً ص ۴۰، ۲۷۴ (الزیدیہ)

کوئی تبدیلی باقی نہیں رہتی ہے کتابیاتی مواد کے اندراج میں جن بنیادی اجزاء کو شامل کیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) مصنف (۲) کتاب (۳) ایڈیشن (۴) مقام اشاعت (۵) ناشر (۶) تاریخ اشاعت کتاب (۷) تعداد اوراق (۸) اجزاء و مجلدات

اس ترقی یافتہ دور میں ان اجزاء میں سے تین جزء (۱) مقام اشاعت (۲) ناشر (۳) تاریخ اشاعت کو Imprint کے نام سے یاد کیا جاتا اور کیٹلاگنگ کے بنیادی اجزاء میں اس کا شمار کیا جاتا ہے بقیہ اجزاء کو Collation میں داخل کیا گیا ہے۔

اس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی کتابیاتی اندراج اور کیٹلاگنگ دونوں میں قدرے تغیر و اصلاح کے ساتھ ابن ندیم کی وضع کردہ اساس پر عمل کیا جاتا ہے جو اس کے کتابیاتی مواد کے اندراجی اجزاء کے انتخاب، ساخت اور ان کی صحت نیز اس کی بنائی اور اپنائی ہوئی مبادی کی اہمیت، افادیت و استحکام کی نہایت روشن دلیل اور اس کے ذہن کی جدت و اختراع، فن کتابیات سے طبعی مناسبت، اس فن میں اس کی مجتہدانہ بصیرت کی شاہد عدل ہے۔

کتابوں میں حوالوں کا اہتمام اور کتابیات کا آغاز

عہد عباسی میں جب تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع ہوا اور کتابیں استعمال میں آنے لگیں تو علماء اور مصنفین اپنی کتابوں میں حسب ضرورت ان کے حوالے دینے لگے تھے، چنانچہ تیسری صدی ہجری میں غالباً سب سے پہلے امام ابو عیسیٰ ترمذی المتوفی ۲۷۹ھ نے کتاب العلل میں ائمہ فن کی کتابوں کا حوالہ دیے اور اپنے پیش نظر ماخذ کی نشاندہی کرنے کا اہتمام کیا تھا، چنانچہ موصوف کتاب العلل میں رقمطراز ہیں:

"جامع ترمذی میں جو باتیں علل احادیث، رجال و تاریخ کی بیان کی ہیں وہ میں نے بخاری کی التاریخ الکبیر سے لی ہیں اور اقوال فقہاء اور علل حدیث کے سلسلہ میں پیشوایان فن ہشام

[illegible] (المتوفی سنہ ۱۴۳ھ) عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (المتوفی سنہ ۱۵۰ھ) سعید بن ابی عروبہ (المتوفی سنہ ۱۵۶ھ) مالک بن انس (المتوفی سنہ ۱۷۹ھ) حماد بن سلمہ (المتوفی سنہ ۱۶۷ھ) عبداللہ بن المبارک (المتوفی سنہ ۱۸۱ھ) یحیٰی ابن زکریا بن ابی زائدہ (المتوفی سنہ ۱۸۲ھ) وکیع بن الجراح (المتوفی سنہ ۱۹۷ھ) عبدالرحمٰن بن مہدی (المتوفی سنہ ۱۹۸ھ) وغیرہ اہل علم وفضل کی تصانیف پیش نظر رہی ہیں[1]"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد عباسی میں دوسری اور تیسری صدی ہجری کے اندر تصانیف کا سلسلہ اتنا بڑھ گیا تھا کہ ایک عالم دوسرے عالم کی کتابوں کا حوالہ دیتا تھا، حوالہ کی صورت بھی ترقی پذیر رہی ہے، چوتھی صدی میں جب ہر موضوع پر کتابوں کا ذخیرہ زیادہ فراہم ہو گیا تو مصنفین نے اوائل کتاب میں اپنے ماخذوں کی نشاندہی کرنا ضروری قرار دیا تاکہ قاری کو موضوع سے متعلق مصنف کے پیش نظر تحقیقی و مستند نسخوں کا علم ہو سکے اور اقتباسات کو سمجھنے میں مدد مل سکے، نیز مصنف کی کتاب بھی مستند سمجھی جائے، کبھی ایسا کیا جاتا تھا کہ مصنف کتابیات کی وضاحت جداگانہ رسالہ میں کرتا تھا، چنانچہ ابوداؤد سجستانی المتوفی ۲۷۵ھ نے کتاب السنن کی کتابیات ایک مستقل رسالہ میں جو رسالۃ ابی داؤد الی اہل مکۃ فی وصف سننہ کے نام سے موسوم ہے، بیان کی تھیں[2]۔ ان مقاصد کے پیش نظر مصنف ابتدا میں کبھی کتابوں کے نام نقل کرتا اور کبھی کتاب کے آخر میں ذکر کرتا اور بعض مواقع پر دوران بحث دوسرے مصنفین کی شہادتوں پر اعتماد کر کے حوالوں سے کتاب کو زینت دیتا جو اس کے خزائن کتب یا اس کی دسترس میں نہیں ہوتی تھیں، تاکہ جب کبھی اور جہاں کہیں قاری کو وہ کتابیں مل سکیں، وہ ان سے استفادہ

۱؎ ملاحظہ ہو سنن الترمذی، مطبع العلوم دہلی، ۱۲۶۵ھ، ص ۶۴۷۔ ۲؎ رسالۃ ابی داؤد الی اہل مکۃ فی وصف سننہ، تحقیق محمد الصباغ، اضواء الشریعۃ عدد پنجم، جمادی الاولیٰ ۱۳۹۴ھ، ص ۲۶۸۔

کرسکے، چنانچہ ابن فارس المتوفی [illegible] نے معجم مقائیس اللغۃ میں کتابیات کے اس اسلوب کو اختیار کیا، اور مقدمۂ کتاب میں بنیادی پانچ کتابوں، کتاب العین خلیل، کتاب غریب الحدیث ابو عبید، کتاب المنطق ابن السکیت، کتاب الجمہرۃ ابن درید کو بیان کرکے لکھا کہ ان کے علاوہ لغت کے موضوع پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں، وہ بھی پیش نظر رہی ہیں، ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ ان کتابوں سے ماخوذ ہے۔[1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان مصنفین نے تیسری صدی ہجری میں کتاب کے آخر میں اور چوتھی صدی ہجری میں آغاز کتاب میں کتابیات پیش کرنے کی جو اساس قائم کی تھی، اس پر بلا تصرف آج تک عمل جاری ہے، یہ طرز عمل قاری کی مصنفین اور کتابوں تک رہنمائی میں مدد دیتا اور کتابیاتی مقاصد کو پورا کرتا تھا۔

مواد کی حیثیت اور تبصرہ | پانچویں صدی ہجری میں کتابیات کے استعمال کا رواج عام ہوگیا تھا مورخ اسلام ابن عبد البر المتوفی سنہ ۴۶۳ھ نے الانباہ علی قبائل الرواۃ میں جن کتابوں سے استفادہ کیا، ان کو مقدمۂ کتاب میں نام بہ نام شمار کراکر کہا ہے:

"میں نے اس کتاب کو انساب کی بنیادی کتابوں سے ترتیب دیا ہے، جو یہ ہیں (۱) کتاب ابی بکر محمد بن اسحاق (۲) کتاب ابی المنذر ہشام بن محمد بن سائب کلبی (۳) کتاب ابی عبیدہ معمر بن المثنیٰ (۴) کتاب محمد بن عبدہ ابن سلیمان (۵) کتاب محمد بن حبیب (۶) کتاب نسب قریش ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن عبید عدوی (۷) کتاب نسب قریش زبیر بن بکار (۸) کتاب نسب قریش مصعب بن عبد اللہ زبیری (۹) کتاب انساب العرب علی بن کیسان کوفی (۱۰) کتاب علی بن عبد العزیز جرجانی (۱۱) کتاب

---

[1] معجم مقائیس اللغۃ لابن فارس عیسی البابی الحلبی قاہرہ ۱۳۶۶ھ ج ۱، ص ۳-۵

عبد الملک بن حبیب اندلسی۔ اس کے علاوہ فقرے اور جملے میں نے حدیث و آثار اور کتب تاریخ و ادب سے لیے ہیں۔[۱]

موصوف نے جب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب لکھی تو اس میں بھی کتابیات کو آغاز کتاب میں بیان کیا اور فرمایا:

"میں نے اس کتاب میں جو لکھا ہے وہ موسیٰ بن عقبہ کی کتاب سے، ابن اسحاق کی کتاب سے، طبقات واقدی سے، تاریخ واقدی سے منقول ہے۔[۳] بعض کتابیں نہیں مل سکیں، ان کا حوالہ دوسری کتابوں کے حوالے سے نقل کیا، ان کو بھی بتا دیا ہے، مثلاً ہم نے جو مصعب بن عبداللہ، ابن المدائنی اور ابو معشر کے حوالے سے نقل کیا ہے وہ کتاب ابن ابی خیثمہ سے ماخوذ ہے،[۴] تاریخ بخاری، تاریخ ابو العباس محمد بن اسحاق سراج، ابن جریر طبری، ذیل المذیل، ابی البشر دولابی کی کتاب المولد والوفاۃ سے مستفاد ہے، صحابہ کی جنگیں، شہادت، آنحضرت کی زیارت، ملاقات، اسلام پر باتیں طبقات کبیر ابن سعد سے لکھی ہیں،[۵] اس کے علاوہ جو باتیں ہیں وہ ابو علی سعید بن عثمان بن السکن کی کتاب الحروف فی الصحابۃ،[۶] اور ابو محمد جارود کی کتاب الصحابہ، کتاب ابو جعفر عقیلی اور کتاب ابن ابی خیثمہ سے منقول ہے، میں نے ابن ابی حاتم رازی کی کتاب اور ازرق دولابی یعقوبی کی کتاب الصحابہ کا بھی مطالعہ کیا ہے، اس کتاب میں ان کتابوں کے علاوہ بھی معلومات ہیں جو شیوخ سے سنی ہیں،[۷] اور انساب کی کتابوں کا تذکرہ ہم نے کتاب الانباہ میں کیا ہے۔[۸]"

---

[۱] ملاحظہ ہو الانباہ علی قبائل الرواۃ ص ۴۵۔ [۲] یہ کتاب القصد والامم فی التعریف باصول انساب العرب والعجم کے ساتھ مطبعۃ السعادۃ قاہرہ سے سنہ ۱۳۵۰ھ میں شائع ہوئی تھی۔ [۳] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب تحقیق علی محمد البجاوی مطبعۃ نہضۃ مصر سنہ ۱۳۸۰ھ ج ۱ ص ۲۰۔۲۱ [۴] ایضاً ص ۲۲ [۵] ایضاً ص ۲۳ [۶] ایضاً [۷] ایضاً ص ۲۴ [۸] ایضاً ص ۲۵۔